

(C) جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب : مولانا حسرت موہانی
مرتب : ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی
کمپوزنگ : حرا کمپیوٹرس، مالیکاؤں
صفحات : 72
تعداد : سات سو
سن اشاعت : 2014
طباعت : شارپ آفسیٹ پریس، مالیکاؤں
قیمت : 40/-

----- Publisher -----

Rahmani Publication

1032, Islampura, Malegaon-423203 (Dist-Nasik)

Mob : 9890801886 / 9270704505

(C) All rights reserved with Publisher.

مولانا حسرت موہانی

(شخصیت، شاعری اور منتخب کلام)

.... ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

----- پبلشر -----

رحمانی پبلیکیشنز

1032 انصار روڈ، ڈاکٹر سراج احمد کے دواخانے کے سامنے، اسلامپورہ،

مالیکاؤں، مہاراشٹر 423203 / 9270704505 / 9890801886 Mob :

عرض ناشر

رحمانی پبلی کیشنز مالیکلوں اب محتاج تعارف نہیں رہا جس نے ادب اطفال پر مختصر سے عرصے میں سیکڑوں کتابیں شائع کیں اور انہیں ملک بھر میں پھیلا دیا اس ادارہ نے ہندوستان کے مشہور و معروف قلم کار اور ادبا کی کتابیں شائع کیں اور مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں طبع کیں۔ مزید یہ کہ تاریخی شخصیات پر بھی بچوں کے معیار کے مطابق کتابیں شائع کرنے کا بیڑہ بھی اٹھا رکھا ہے۔ تاریخی شخصیات میں بہت سی شخصیات پر یا تو بہت ضخیم کتابیں دستیاب ہیں یا پھر بہت سی اہم شخصیات کے متعلق انتہائی مختصر تذکرے ملتے ہیں۔ ہمارے ادارے نے ملک بھر کے نامور قلم کار اور ماہر ادیبوں سے رابطہ کیا۔ اور منتخب شخصیات پر لکھنے کی ذمہ داری ڈالی۔ الحمد للہ! بہت کم عرصے میں اب تک سیکڑوں شخصیات پر کتابیں منظر عام پر لے آ گئیں۔ اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اردو ادب بالخصوص زبان کی خدمت کرنے والے ہمارے ماضی کے شعر اودبا کی حیثیت تاریخی لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے۔ ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے اپنی نظموں، غزلوں، گیتوں، کہانیوں، افسانوں اور مضامین کے ذریعے اردو زبان و ادب کے فروغ میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ جگ ظاہر ہے۔ ادارے نے یہ طے کیا ہے کہ تاریخی شخصیات سیریز کے ذیل میں ایک ضمنی کڑی شروع کرتے ہوئے ان شاعروں اور ادیبوں کے تعارف اور ان کے منتخب کلام کو بھی منظر عام پر لایا جائے۔

لہذا کلاسیکل شعرا کے تعارف اور ان کے منتخب کلام پر مشتمل یہ سیریز پیش کی جا رہی ہے۔ تاریخی شخصیات سیریز کی طرح مرتبین کے تبصرے و تجزیے پر آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں، لیکن اس سلسلے کی اہمیت کا انکار شاید نہ کر سکیں۔ ضروری نہیں کہ مرتبین کے تمام تبصروں اور تجزیوں سے ہمارا ادارہ اتفاق رکھے۔ بہر کیفیت سہمی مرتبین مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شاعروں اور ادیبوں میں چند قابل ذکر امیر خسرو، داغ دہلوی، مولانا اسماعیل میرٹھی، امیر مینائی، مولانا حسرت موہانی، آتش لکھنوی، فانی بدایونی وغیرہ ہیں۔

ہمارے ادارے نے اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت اور وطن عزیز کے نو نبالان کے لیے اردو کے گراں قدر جواہر پاروں کو شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ لہذا سرپرست و اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کے ہاتھوں تک ان کتابوں کو پہنچائیں اور انہیں ان کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں، تاکہ نئی نسل بھی اردو کے کلاسیکل شاعروں اور ان کے کلام سے واقف ہو سکے۔

ناشر

حسرت موہانی اور ان کی شاعری

(پیدائش: 1875ء / وفات: 1951ء)

عظیم مجاہد آزادی، مایہ ناز شاعر و ادیب، بیباک صحافی مولانا حسرت موہانی نے قصبہ موہان ضلع اناؤ کے سیادت و شرافت کے ایک عظیم خانوداے میں 1875ء کو آنکھ کھولی، اور 1951ء کو وفات پائی۔ آپ کا نام سید فضل الحسن رکھا گیا، آپ نے حسرت تخلص اختیار کیا، آپ کے والد کا نام سید اظہر حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم روحانیت و تصوف کے ماحول میں گھر پر ہی حاصل کی۔ سلسلہ قادریہ رضویہ رزاقیہ میں حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی مکی سے بچپن ہی میں مرید ہوئے۔ 1903ء میں علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ شروع ہی سے شاعری کا ذوق تھا۔ اپنا کلام تسنیم لکھنوی کو دکھانے لگے۔ 1903ء میں علی گڑھ سے ایک رسالہ ”اردوئے معلیٰ“ جاری کیا۔ اسی دوران شعراے متقدمین کے دیوانوں کا انتخاب کرنا شروع کیا۔ سودیشی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے چنانچہ شہلی نے ایک مرتبہ کہا تھا۔ ”تم آدمی ہو یا جن، پہلے شاعر تھے پھر سیاست داں بنے اور اب بیٹے ہو گئے ہو۔“ حسرت پہلے کانگریسی تھے۔ گورنمنٹ کانگریس کے خلاف تھی۔ چنانچہ 1907ء میں ایک مضمون شائع کرنے پر جیل بھیج دیئے گئے۔ ان کے بعد 1947ء تک کئی بار قید اور رہا ہوئے۔ اس دوران ان کی مالی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ رسالہ بھی بند ہو چکا تھا۔ مگر ان تمام مصائب کو انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور مشق سخن کو بھی جاری رکھا۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی

اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

تحریک آزادی کے بہت ہی متحرک اور فعال رکن تھے۔ ”انقلاب زندہ باد“ کا نعرہ جب وہ اپنے مخصوص انداز میں لگاتے تھے تو وہ منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آزادی کے بعد پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا تھا جب کہ حسرت کے علاوہ مسلمانوں کی حمایت میں کوئی بولنے والا نہ تھا۔ آپ نے ہر لمحہ مسلم مفادات کے لیے آواز اٹھائی۔ اور ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی۔ ☆☆☆

حسرت موہانی کی شاعری

سہل کہتا ہوں ممتنع حسرت

نغمہ گوئی مرا شعار نہیں

شعر دراصل ہیں وہی حسرت

سننے ہی دل میں جو اتر جائیں

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ: ”حسرت محبت کے خوشگوار ماحول کے بہترین، مقبول ترین اور مہذب ترین مصور اور ترجمان تھے وہ خالص غزل کے شاعر تھے ان کے شعروں میں ہر اس شخص کے لئے اپیل ہے جو محبت کے جذبات سے متصف ہے۔“

بقول آل احمد سرور: ”عشق ہی ان کی عبادت ہے عشق کی راحت اور فراغت کا یہ تصور ان کا اپنا ہے اور یہ تصور ہی حسرت کو نیا اور اپنے زمانہ کا ایک فرد ثابت کر سکتا ہے۔“

حسرت موہانی اردو غزل گوئی کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو شاعری کے ارتقاء میں ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ان کے خیال اور انداز بیان دونوں میں شخصی اور روایتی عناصر کی آمیزش ہے۔ حسرت موہانی کو قدیم غزل گو اساتذہ سے بڑا ہی ذہنی و جذباتی لگاؤ تھا۔ اور یہ اسی لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ کلاسیکل شاعروں کا انہوں نے بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور اپنی طبیعت کے مطابق ان کے مخصوص رنگوں کی تقلید بھی کی۔ قدیم اساتذہ کے یہ مختلف رنگ حسرت کی شاعری میں منعکس دکھائی دیتے ہیں۔ اور خود حسرت کو اس تتبع کا اعتراف بھی ہے۔

حسرت کے اس رجحان پر فراق لکھتے ہیں کہ: ”حسرت کے اشعار بیان حسن و عشق میں صاف مصحفی کی یاد دلاتے ہیں۔ معاملہ بندی اور ادابندی میں جرات کی یاد دلاتے ہیں۔ اور داغی اور نفسیاتی امور کی طرف اشارہ کرنے میں عموماً نئی فارسی ترکیبوں کے ذریعے مومن کی یاد دلاتے ہیں۔ لیکن حسرت کی شاعری محض مصحفی، جرات، اور مومن کی آواز کی بازگشت نہیں ہے۔ وہ ان تینوں کے انداز بیان و وجدان اور ان کے فن شاعری کی انتہا تکمیل ہیں۔“

حسرت کی غزل میں ایک ذہنی گدگدی، ایک داغی چھڑ چھاڑ، ایک حسین چہل کی عکاسی نظر آتی ہے۔ حسرت کی شاعری کا میدان ان معنوں میں محدود ہے کہ وہ جذبات حسن و عشق ہی سے سروکار رکھتے ہیں۔ ان کا دل ایک شاعر کا دل ہے اور ان کی شاعری کا محور محبت اور صرف محبت ہے۔ حسرت کی شاعری کا محور:۔

سید احتشام حسین کے نزدیک حسرت کی شاعری کا محور محبت ہے۔ اسی طرح اکثر دوسرے ناقدین کے مطابق بھی عشقیہ شاعری ہی ان کی نمائندہ شاعری ہے۔ اور حسرت کو اردو غزل میں ممتاز مقام دلاتی ہے اور بلاشبہ یہ کائنات کا ایک ایسا جذبہ ہے جس کو فنا نہیں۔ یہ ہمیشہ نئے نئے انداز میں ظہور پذیر ہوتا ہے اور انسانی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ممتاز حسین کہتے ہیں کہ: ”کائنات میں روزانہ لاکھوں بچے پہلی مرتبہ اپنی ماں یا باپ کو پکارتے ہیں۔ ایک ہی لفظ صدیوں سے ادا ہو رہا ہے مگر اس کی خوبصورتی اور رعنائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور یہی لفظ اور جذبہ حسرت کی شاعری کا بنیادی محور اور موضوع ہے۔“

(۱) بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بے تابیاں

ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکوبا کر دیا

(۲) حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترک محبت کی

تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

(۳) بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں

ابھی ترک الفت میں وہ کیونکر یاد آتے ہیں

عشقیہ شاعری:۔

اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں کہ: ”نمائندہ اور باقی رہنے والی شاعری از اول تا آخر عشقیہ شاعری ہے۔ حسرت بڑی حساس طبیعت کے اور بڑا درد مند دل رکھتے ہیں۔ انہوں نے حسن کو چلتے چلتے، موتے جاگتے، روٹھتے منتے، شعلہ بن کر بھڑکتے اور پھول بن کر رنگ و خوشبو لٹاتے دیکھا۔ یوں

ان کی شاعری بھانگتی دھوپ کی شاعری نہیں، شباب کی شاعری ہے۔ جس میں پہلی نگاہیں اور اجنبیت کے مزے بھی ہیں۔ ”نگے پاؤں کو ٹھے پر آنے“ کا دور بھی ہے اور جوانی کے دوسرے تجربات بھی ہیں۔ حسرت کے یہاں عاشقی کا مشرب، عاشقی کی نظر اور عاشقی کا ذہن یہ ساری کیفیتیں موجود ہیں۔“

ہجر میں پاس میرے اور تو کیا رکھا ہے
اک تیرے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے
حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا
وہ آئینے میں دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کہ رہ گئے

فلسفی عشق:-

کلام حسرت کو دوسرے شاعروں سے ممتاز کرنے والی ایک صفت یہ بھی ہے کہ حسرت صرف عشق و عاشقی کے ترجمان نہیں بلکہ وہ عاشقی کے فلسفی بھی ہیں اور عاشقی کے ذوق کے بارے میں ہمیں بعض افکار بھی دیئے ہیں۔ حسرت کی عشقیہ شاعری ایک قدرتِ شفا رکھتی ہے۔ جو کہ قاری کے لیے راحت اور فراغت کا سبب بنتی ہے۔ قاری کے دل کو گداز اور درمندی کی دولت سے آشنا کرتی ہے۔ یہ ان کے لیے راہِ فرار نہیں بلکہ اسی وجہ سے انسانِ زندگی کی دوسری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہٴ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا
حسرت بہت بلند ہے مرتبہٴ عشق
تجھ کو تو مفت لوگوں نے بدنام کر دیا

حسن کی مصوری:-

حسن کی مصوری اور جزئیات کی مصوری میں حسرت کی بعض غزلیں لکھنویت کے قریب آ جاتی ہیں مگر یہ جزئیات بھی ایک حقیقی عنصر کی وجہ سے پورے نقش کو گہرا کرتی ہے۔ مثلاً۔

بزمِ اغیا ر میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ میرا پھر بھی دبا کر چھوڑا
آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے
اک مرقع ہے حسن و شوخِ ترا
کشمکشِ ہائے نوجوانی کا

تغزل اور نظمیت:-

حسرت نے مسلسل غزلیں بھی لکھی ہیں ان کے ہاں عام طور پر پوری غزل پڑھنے کے بعد ہی ان کے اشعار سے لطف اٹھایا جاسکتا ہے۔ جو کیفیت پہلے شعر میں ملتی ہے اس کی تشریح کے لئے باقی شعر کہے گئے ہیں۔ مثلاً ان کی چند مسلسل غزلوں کے پہلے اشعار ملاحظہ ہوں۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
بلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الہی ترکِ الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں
توڑ کر عہد و کرم نا آشنا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے

محبوب کی نفسیات کا نقشہ:-

حسرت نے متفرق اشعار میں اور بعض غزلوں میں اپنے مثالی محبوب کے ایسے دلکش

مرقعے پیش کئے ہیں کہ اردو غزل میں اور کہیں مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کی جیتی جاگتی تصویریں اور نفسیات کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً۔

بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا
ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں شان ہے لڑائی کی
ٹوکا جو بزم غیر میں آتے ہوئے انہیں
کہتے بنا نہ کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے

تصور محبوب:-

حسرت کا محبوب متقدمین کے محبوب کی طرح محض ایک تخیلی پرچھائیں نہیں بلکہ وہ ایک جیتا جاگتا کردار معلوم ہوتا ہے۔ وہ داغ کی طرح صرف طوائف سے محبت نہیں کرتے حسرت کا محبوب عام انسانی جذبات رکھتا ہے۔

لایا ہے دل پہ کتنی خرابی
اے یار تیرا حسن شرابی
پیراہن اس کا سادہ و رنگین
با عکس مے سے شیشہ گلابی
پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں
کیفیت اس کی وہ نیم خوابی

معاملہ بندی:-

معاملہ بندی کے موضوعات قدیم اردو شاعری کا اہم موضوع رہا ہے۔ حسرت موہانی نے بھی اپنی شاعری میں مومن کی طرح معاملہ بندی سے کام لیا ہے۔ ان کی شاعری میں اس قسم کی عکاسی

عام نظر آتی ہے۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
بار بار اٹھنا اسی جانب نگاہ شوق کا
اور تیرا غصے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے
بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

زبان و بیان کی لطافت:-

حسرت کے اشعار کی زبان سادہ اور سلیس ہے۔ انہوں نے زبان لکھنوی میں رنگ دہلی کی نمود کی ہے۔ زبان کی سادگی کے علاوہ ان کی شاعری میں خلوص اور سچائی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ۔

سہل کہتا ہوں ممتنع حسرت
نغز گوئی مرا شعار نہیں
شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو آتر جائیں
رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض

صحت مندانہ لہجہ:-

حسرت موہانی کی شاعری کا لہجہ صحت مندانہ ہے ان کے لہجے میں خلوص اور صداقت کی پرچھائیاں موجود ہیں مثلاً۔

اس شوخ کو رسوا نہ کیا ہے نہ کریں گے
ہم نے کبھی ایسا نہ کیا ہے نہ کریں گے

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

غزل کی زبان سے استفادہ:-

فارسی شعرا میں حسرت نے شمس تبریز (مولانا روم) جامی، سعدی، نظیری اور فغانی کے تتبع کا اعتراف کیا ہے۔ اور اردو شعراء میں میر، غالب، نسیم اور مومن اور جرات سے خصوصیت کے ساتھ متاثر ہیں مثلاً وہ خود کہتے ہیں کہ:-

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اٹھایا ہر اتاد سے فیض
طرز مومن پہ مرجا حسرت
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں
اردو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرز نظیری و فغانی!

حسن پرستی:-

حسرت موہانی کی ساری شاعری عشق و محبت کے محور کے گرد گھومتی ہے۔ ان کی شاعری میں محبوب کے نفسیات اور حسن و خوبصورتی کی عکاسی زیادہ ہے۔ ان کی شاعری میں حسن پرستی کے عناصر بہت زیادہ ہیں مثلاً:-

سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو
برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبور حیا دیکھا ہے

یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکون کی صورت
جب سے اس ساعدِ سمیں کو کھلا دیکھا ہے

حسن تغزل:-

حسرت موہانی کی شاعری کی ایک اور اہم خصوصیت حسن تغزل ہے۔ مثلاً:-

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا
بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بے تابیاں
ہم یہ سمجھے تھے اب دل کو شکبہ کر دیا
اک مرقع ہے حسن شوخ ترا
کشمکش ہائے نوجوانی کا

سیاسی رنگ:-

حسرت موہانی کا سیاست سے بھی گہرا واسطہ تھا۔ سیاسی حوالے سے وہ کئی بار جیل کی ہوا کھا چکے تھے مشق سخن اور چپکی کی مشقت ان کی شاعری میں واضح ہے۔ مثلاً:-

کٹ گیا قید میں رمضان بھی حسرت
گرچہ سامانِ سحر کا تھا نہ افطاری کا
ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کہ ہم خدمت انگریز نہ کرتے

نعت گوئی:-

مولانا حسرت موہانی سادات گھرانے سے تھے۔ ان کی پرورش جس ماحول میں ہوئی اُس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل اور نعت خوانی کی مقدس رسم نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی۔ چنانچہ

آپ کے دل میں عشقِ رسول ﷺ کا ایک محتاط جذبہ پنہاں تھا جس کے اظہار کے لیے آپ نے نعت گوئی بھی کی اور خوب صورت نعتیہ کلام لکھے۔ حسرت ایک ایسے خوش نصیب شخص میں جنہیں بارہ مرتبہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کلیاتِ حسرت میں شامل زیادہ تر نعتیہ کلام مدینہ طیبہ میں ہی لکھے گئے ہیں۔ بعض نعتوں سے منتخب اشعار۔

شرف حاصل ہے اس جانِ جہاں سے مجھ کو نسبت کا
غلامی کا سہی گر ہو نہ سکتا ہو محبت کا
مظہر شانِ کبریا صل علی محمد
آئینہ خدا نما صل علی محمد
مُثامِ تمنا میں خوشبوے جنت
پھرے لے کے ہم یادگارِ مدینہ
علاجِ علتِ عصیاں کی فکر کیا ہو اُسے
جسے نصیب ہو خاکِ شفا مدینے کی
خیالِ غیر کو دل سے مٹا دو یا رسول اللہ ﷺ
خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہ ﷺ
عجب انداز ہے فضلِ خدا کا
مدینے کی ہوائے جاں فزا کا
بفرطِ بارشِ انوارِ حسرت
نہیں کچھ فرق یاں صبح و ما کا
کھینچ گئی نور علی نور کی تصویرِ جمیل
بعد کعبے کے جو آنکھوں نے مدینہ دیکھا

منقبت نگاری:

مولانا حسرت موہانی نے جس خاندان میں آنکھ کھولی وہ سلسلہ قادریہ رضویہ رزاقیہ میں نہ صرف بیعت و ارادت رکھتا تھا بل کہ خود مولانا کے خاندان میں نامی گرامی علمائے شریعت و طریقت گزرے ہیں۔ خاندانی روایت کے مطابق بچپن ہی میں سلسلہ قادریہ رضویہ رزاقیہ میں حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی سے مرید ہوئے۔ قادری نسبت پر مولانا کو بہت ناز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کئی خوب صورت عقیدت سے لبریز مناقب کلیات میں ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ جیل میں قید و بند کے دوران بھی آپ نے بارگاہِ غوثیت میں کئی مناقب کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ اپنے پیر و مرشد، سلسلے کے اور خاندانی بزرگوں کے علاوہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی شان میں بھی آپ نے منقبت لکھی۔ ذیل میں چند منقبتی اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہر سو عیاں ہے صبغۃ اللہ کی بہار
رواقِ پہ ہے خزاں میں بھی بُستانِ اولیا
ہوس اچھی ہے اپنے سر کی ہوس
غوث الاعظم کے سنگِ در کی ہوس
سوادِ ہند میں لگتا نہیں جی
دل دیوانہ ہے دل گیمہ بغداد
کہاں تک رہے دل میں حسرت کے آخر
تمناے بغداد یا غوث الاعظم
غلامِ خواجہ اجمیر حسرت
بجا ہے گر کریں دعوای شاہی

تقدیمی کلام

حمد باری تعالیٰ

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزو سپاس کا

جب کہ صفاتِ یار میں دُخل نہ ہو قیاس کا

عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہان بے خودی

جانِ خزینہ بن گئی حیرتِ بے قیاس کا

رونقِ پیرہن ہوئی خوبیِ جسمِ نازنین

اور بھی شوخ ہو گیا رنگِ ترے لباس کا

لطف و عطاے یار کی عام ہیں بس کہ شہرتیں

قلبِ گنہ گار میں نام نہیں ہراس کا

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نامِ مصطفیٰ

وقت جب آئے اے خدا خاتمۂ حواس کا

طے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملہ

جانِ امیدوار کا حسرتِ محو یاس کا

☆☆☆

غلامِ حضرتِ رزاق کیا ہوئے حسرتِ

کہ آپ نامِ خدا عاشقوں کے میر ہوئے

مجموعی جائزہ:-

ڈاکٹر سید عبداللہ کا حسرتِ موبانی کے بارے میں کہنا ہے کہ: ”حسرت کی مقبولیت کا ایک

بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے غزل کے قدیم و جدید رنگ کو باہم اسی طرح ملا دیا کہ ان کی غزل سے ہر

رنگ اور ہر ذوق کا قاری متاثر ہوتا ہے۔“

بقول عطا کا کوروی: ”حسرت کا انداز بیان اتنا اچھوتا اور والہانہ ہے اور اس میں ایسی

شگفتگی و رعنائی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔“

بقول نیاز فتح پوری: ”حسرت کی نغمہ بیودی کون کر لوگ چونک اٹھے رو میں وجد کرنے

لگیں اور شعرو فن کی فضا چمک اٹھی وہ اپنے رنگ میں منفرد تھے اور ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

مولانا حسرت موبانی کی شخصیت اور شاعری کے تجزیے کے بعد آئیے آئندہ صفحات پر

آپ کے منتخب کلام ملاحظہ کریں۔

(ڈاکٹر) مُشاہدِ راضوی

+919420230235 / +919021761740

www.gravatar.com / mushahidrazvi

☆☆☆

ترانہ حج

مایوس نہ کر کہ میں خدایا
جب تو نے طلب کیا تو آیا
فالحمہ کہ آج بعد یک سال
پھر شوق ترے حضور لایا
والشکر کہ بعد سعی بسیار
پھر حاصل دست بوس پایا
یعنی بہ صد اہتمام تقبیل
سر تیری جناب میں جھکایا
پھر مسجد خیف میں پہنچ کر
حظ کیف صلاۃ کا اٹھایا
مژدۃ عرفات نے پھر اک بار
غفرانِ ذُئوب کا سنایا
مزدلفہ کی راہ سے منیٰ تک
پھر شوقِ طواف کھینچ لایا
دسویں ذی الحجہ کو عصر کے وقت
پیغام قبولِ حج کا آیا
مومن کی زمیں میں تو نے حسرت
حج کا یہ ترانہ خوب گایا

(1935ء)

☆☆☆

ذوق عرفاں

جسمِ سنگِ کعبہ میں کیفیتِ جاں دیکھیے
پوششِ اسود سے پیدا نبضِ ایماں دیکھیے
سایہِ میزابِ رحمت میں بہ ایقانِ تمام
جذبہِ عشقِ حقیقی کو نمایاں دیکھیے
ماءِ زم زم سے ہوئی بالیدہ روحِ اتقا
صاف آئینے میں شکلِ آبِ جیواں دیکھیے
ملترزم کو جائے گر فی المثلِ آغوشِ حق
سنگِ اسود کو بہ شانِ دستِ یزداں دیکھیے
ذوقِ عرفاں ہو تو حسرتِ بیتِ حق میں ہر گھڑی
دیدۂ دل سے بہ ہر سو روئے جاناں دیکھیے
(1943ء)

☆☆☆

مدینہ جاتے ہوئے

پسندِ شوق ہے آب و ہوا مدینے کی
عجب بہار ہے صلِ علا مدینے کی
بامتیازو بہ تخصیصِ خوابِ گاہِ رسول
قلوبِ اہلِ ولایتیں ہے جا مدینے کی
صُعبوتوں میں بھی اک راحتِ سفر کی ہے شان
جو یاد رہتی ہے صبح و مسا مدینے کی

علاجِ علتِ عصیاں کی فکر کیا ہو اُسے
جسے نصیب ہو خاکِ شفا مدینے کی
سکونِ خاطر حسرتِ بنی وہ رابع ☆ میں
خبر جو لائی تھی بادِ صبا مدینے کی

☆ رابع: مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف جاتے ہوئے ایک منزل۔۔ (1935ء) ☆☆☆

آرزوئے حسرت

(عراق کے راستے مدینہ منورہ کی حاضری کے موقع پر لکھی گئی ایک نظم)

اے شہِ شاہانِ رسل السلام
حاضرِ دربار ہے پھر، یہ غلام
بحر کی آسانی رہ کو چھوڑ کر
خواہشِ آرام سے منہ موڑ کر
بصرہ و بغداد سے تا کاظمین
ہو کے چلا سوت مزارِ حسین
خوبی قسمت جو ہوئی رہنما
بندۂ مولاے نجف بھی بنا
آ کے نجف سے بہ دیارِ عرب
کھینچے رہ دشت و جبل کے تعب
پہنچے تو سب ہو گئے تیرے حضور
رُخِ مبذل بہ سکون و سرور
حاصلِ حسرت یہ سفر ہو مدام
بیتِ نبی سے سو بیتِ الحرام

☆☆☆ (1946ء) ☆☆☆

شہرِ محبت کی ہوائیں

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں
پھر پیشِ نظر ہو گئیں جنت کی فضا میں
اے قافلے والو! کہیں وہ گنبدِ خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ ہم تم کو دکھائیں
ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی
سر پر کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں
نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت
حسرت انہیں دیتے ہیں وہ سب دل سے دعائیں

☆☆☆ (اختلائے راہِ مدینہ 1941ء) ☆☆☆

مدینے میں

حُبِ حق کے ہے برابر حاصلِ دنیا و دیں
حُبِ آلِ مصطفیٰ و حُبِ خیر المرسلین
من و سلویٰ سے بھی ہے بہتر اگر ملتی رہے
یا رسول اللہ! ترے در پر ہمیں نانِ جو میں
حاضرِ دربار ہے حسرت بہ امیدِ قبول
یا شفیع المذنبین! یا رحمتہ للعالمین!

☆☆☆ (1943ء) ☆☆☆

جب دور سے وہ گنبدِ خضرِ انظر آیا

جب دور سے وہ گنبدِ خضرِ انظر آیا
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

ہر چار طرف بارشِ انوار کا عالم
موجود پے دیدہ بینا نظر آیا

مسجد میں جو تھا متصلِ روضہ اطہر
اک قطعہ وہ جنت کا نمونہ نظر آیا

البتہ سکون بخشی و خوشبوئی کی رو سے
ہر حصہ دنیا سے نرالا نظر آیا

حق بینی کو وہ روضہ اطہر کا منارا
ہم مرتبہ عرشِ معلّا نظر آیا

ہم ہجر کے ماروں کو اسی قرب میں یکسر
بیماریِ فرقت کا مداوا نظر آیا

القصہ جو محروم سکون تھا دلِ حسرت
آخر وہ یہیں آکے شکیبا نظر آیا

☆☆☆

حُسنِ شفاعت

شرفِ حاصل ہے اس جانِ جہاں سے مجھ کو نسبت کا
غلامی کا سہی گر ہونہ سکتا ہو محبت کا
گروہِ عاشقاں میں جوش ہے شوقِ زیارت کا
ترے کوچے میں اک ہنگامہ برپا ہے محبت کا
گنہگارِ امت سے ہے راضیِ داوِ محشر
کہ ان سے نام چمکے گا ترے حُسنِ شفاعت کا
جبین و چشم و لب میں تیرے اک گنجینہ پنہاں ہے
صباحت کا ، ملاحت کا ، لطافت کا ، نطافت کا
دیارِ عاشقی میں گرم ہے بازارِ رسوائی
جدھر دیکھو ادھر اک ڈھیر ہے جنسِ ملامت کا
گنہگاروں کا بیڑا پار ہو جائے گا محشر میں
جو آیا جوشِ غفاری میں دریا اُن کی رحمت کا
وہ چشمِ سرمہ سا ، اک کان ہے گویا ملاحت کی
وہ روئے روشن اک گل زار ہے گویا صباحت کا
غضب تھی عشق کے جذباتِ گوناگوں کی رنگینی
دلِ حسرت بھی اک نیرنگ ہے رازِ محبت کا

☆☆☆

صل علی محمد

مظہر شانِ کبریا صل علی محمد
آئینہ خدائما صل علی محمد
موجب نازِ عارفاں ، باعثِ فخرِ صادقان
سرورِ خیرِ انبیاء صل علی محمد
مرکزِ عشقِ دل کُشا ، مظہرِ حُسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صل علی محمد
مونسِ دل شکستگان ، پشتِ پناہِ خستگان
شافعِ عرصہٗ جزا صل علی محمد
حسرت اگر رکھے ہے تو، بخشِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صل علی محمد

تاج دارِ مدینہ

سلامُ علیک اے جوارِ مدینہ
جوارِ سراپا بہارِ مدینہ
زہے راحتِ یقظہ و نومِ ایں جا
خیمہٗ لطفِ لیل و نہارِ مدینہ
سویدائے دل ہے ، دلِ حُسنِ حق کا
نہیں یہ شبِ نورِ بارِ مدینہ
مُشامِ تمنا میں خوشبوئے جنت
پھرے لے کے ہم یادگارِ مدینہ

مدینے چلو کیوں نہ ہر سال حسرت
بلائیں جو خود تاج دارِ مدینہ

☆☆☆

دامانِ رسول ﷺ

روزِ محشر سایہ گستر ہے جو دامانِ رسول ﷺ
تابِ دوزخ سے ہیں بے پروا غلامانِ رسول ﷺ
نور سے ایمانِ خالص سے منور تھا جہاں
اب کہاں سے آئے وہ عہدِ درخشانِ رسول ﷺ
صومِ دائم سے بڑھی عزتِ قیامِ لیل کی
شب کو مہمانِ خدا ہیں دن کو مہمانِ رسول ﷺ
رہنمائے گمراہان و سرگروہِ مُقبلاں
عاشق و معشوقِ یزداں جان و جانانِ رسول ﷺ
مقتدائے سالکان و محزنِ اَسرارِ حق
پادشاہِ عاشقان و گنجِ عرفانِ رسول ﷺ
نورِ چشمِ فاطمہ مہرِ درخشانِ علی
غوثِ اعظم شاہِ جیلاں ، ماہِ تابانِ رسول ﷺ
حسرتِ محروم ہے امیدوارِ التفات
اس طرف بھی اک نظر اے میرِ سامانِ رسول ﷺ

☆☆☆

دُرود شریف

مونس بے کساں دُرود شریف
راحت عاشقاں دُرود شریف
طالبانِ وصال کو ہر دم
چاہیے برزباں دُرود شریف
اسم اعظم ہے قیدیوں کے لیے
قید میں بے گماں دُرود شریف
یہ بھی اک فیضِ عشق ہے ورنہ
ہم کہاں اور کہاں دُرود شریف
شوقِ نامِ حضور کا حسرت
بن گیا ترجمانِ دُرود شریف

☆☆☆

درشانِ امام حسین و شہیدانِ کربلا رضی اللہ عنہم

ایمان و اتقا ہی نہیں شانِ اولیا
بے حُزن و خوفِ غیر بھی ہے جانِ اولیا
اسلام ہے مثال ہے اسلام عاشقاں
ایمان بے نظیر ہے ایمانِ اولیا
اسلام عاشقاں کی اگر ہے طلب تجھے
اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا

آئی ہوئی رضاے الہی کی ہے برات
سب کربلا میں جمع ہیں مہمانِ اولیا
گلگوں لباسِ خونِ شہادت پہن کے آج
دولہا بنے گا وہ شہِ خوبانِ اولیا
روشن ہے نورِ صبر و سکوں سے سوادِ شام
تاباں ہے صبحِ عشقِ درخشانِ اولیا
زنجیر و طوقِ ظلم کا عابد کو غم نہیں
ہمرنگِ بزمِ عیش ہے زندانِ اولیا
صبر و صلاۃ عشق سے ہیں سب کے دل قوی
ثابت قدم ہیں سارے مریدانِ اولیا
ہر سو عیاں ہے صبغۃ اللہ کی بہار
روقت پہ ہے خزاں میں بھی بُعتانِ اولیا
جائیں ہوئی ہیں جن کی رہِ شوق میں نثار
حاشا جو ہوں فنا وہ ، محبانِ اولیا
حسرت ، حسین ابن علی کا ہوں میں غلام
حاصل ہے مجھ کو فضلِ نمایانِ اولیا

☆☆☆

غلامی شہِ جیلاں

برکتیں سب ہیں عیاں دولتِ روحانی کی
واہ کیا بات ہے اُس چہرہ نورانی کی

شوق دیکھے تجھے کس آنکھ سے اے مہرِ جمال
 کچھ نہایت ہی نہیں تیری درخشانی کی
 مجھ سے وہ سگ بھی ہے افضل جسے عزت ہو نصیب
 آستانِ حرمِ یار پہ درباری کی
 جب سنا یاد کیا کرتے ہو تم بھی تو مجھے
 کیا کہوں حد نہ رہی کچھ مری حیرانی کی
 سعی احباب کو ناحق ہے رہائی کا خیال
 اور ہی کچھ ہے تمنّا ترے زندانی کی
 وہ تبسم بھی قیامت ہے ترا بعدِ جفا
 تو نے دی ہو جسے خدمت نمک افشانی کی
 مشکلوں سے جو مقابل ہوئی ہمت میری
 قدر باقی نہ رہی عیش تن آسانی کی
 رہ گیا جل کے تری بزم میں پروانہ جو رات
 کھینچ گئی شکل مری سوختہ سامانی کی
 رشکِ شاہی ہو نہ کیوں اپنی فقیری حسرت
 کب سے کرتے ہیں غلامی شہِ جیلانی کی

☆☆☆

سابرمتی سنٹرل جیل، احمد آباد میں دو منقبتیں

چلی سابرمتی میں آج کیا ہی
 نسیمِ رحمت و فضل الہی

جمالِ التفاتِ شاہِ جیلاں
 ہوا پیدا بہ شانِ کجلاہی
 بیک دم دے دیا دینا تھا جو کچھ
 دکھا دی شانِ حُسنِ کم نگاہی
 شہِ عبدالصمد کا واسطہ تھا
 نہ کیوں کر سِرِ حق کھلتا کماہی
 دلِ حسرت ہوا معمورِ انوار
 شہِ رزاق دیتے ہیں گواہی

☆☆☆

ہوتی ہے روزِ بارشِ عرفاں مرے لیے
 گویا بہشتِ عشق ہے زنداں مرے لیے
 ناکامی طلب میں ہے جانِ عاشقی
 گنجینہٴ مراد ہے پنہاں مرے لیے
 علم و رضائے یار سے جور و جفاے یار
 مشکل ہے سب کے واسطے آساں مرے لیے
 رہتی ہے روز ایک ستمِ تازہ کی تلاش
 بے چین ہے وہ فتنہٴ دوراں مرے لیے
 حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ
 کافی ہیں غوثِ اعظمِ جیلاں مرے لیے

☆☆☆

میر بغداد

وہ ہوں جیلاں سے آ کر میر بغداد
زہے قسمت خوشا تقدیر بغداد
حقیقت میں ہے خاکِ روضہ پاک
جسے کہتے ہیں سب اکسیر بغداد
ہمیں فردوس میں لائے تو کیا کیا
نظر میں پھر گئی تصویرِ بغداد
سوادِ ہند میں لگتا نہیں جی
دل دیوانہ ہے دل گیرِ بغداد
ہوائے شوق اڑالے جائے حسرت
بنے اچھا یوں ہی تدبیرِ بغداد

خواجہ اجمیر

ترے غم سے مدد جب دل نے چاہی
مٹی سب ظلمتِ عصیاں کی سیاہی
ہوئی ہے رہنمائے منزلِ حق
جنونِ شوق کی گم کردہ راہی
ترے مستوں کی اے سلطانِ متاں
گنہ گاری ہے عین بے گناہی
متاعِ عقل ہے مشاقِ غارت
ادھر بھی ایک ایمائے تباہی
غلامِ خواجہ اجمیرِ حسرت
بجا ہے گر کریں دعوایے شاہی

نذر مرشد

تاقیامت رہے قائم مری سرکار کا باغ
وہ جسے کہتے ہیں سب حضرتِ انوار کا باغ

خاص آرام گہ حضرتِ وہابِ شہید
شاہِ رزاق کا والی شہِ ابرار کا باغ

درو دیوار سے یاں جلوۂ حق کی ہے نمود
ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ

مے عرفاں کی لگی رہتی ہے ہر وقت سبیل
جائے رحمت ہے یہ رندانِ قدحِ خوار کا باغ

اہلِ دل کہتے ہیں سرکردہٗ عشاق جسے
عاشقو! ہے یہ اُسی قافلۂ سالار کا باغ

ہدیہٗ حُسنِ عقیدت ہیں یہ گل ہائے خلوص
نذرِ رزاق ہے حسرتِ مرے اشعار کا باغ

☆☆☆

غزلیہ کلام

☆☆☆

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے
اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے

دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل
ہم نے یہ ان کے تغافل کو سنا رکھا ہے

تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بمار کھے ہیں
شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے

سخت بے درد ہے تاثیرِ محبت کہ انہیں
بسترِ ناز پہ سوتے سے جگا رکھا ہے

آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور
دل مایوس نے مدت سے بھٹلا رکھا ہے

کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار
ایک ہی وار میں سرتن سے جدا رکھا ہے

حسن کو جور سے بیگانہ نہ سمجھ، کہ اسے
یہ سبقِ عشق نے پہلے ہی پڑھا رکھا ہے

تیری نسبت سے ستم گر ترے مایوسوں نے
دل حرماں کو بھی سینے سے لگا رکھا ہے

کہتے ہیں اہل جہاں دردِ محبت جس کو
نام اسی کا دلِ مضطر نے دوا رکھا ہے

نگہ یار سے پیکانِ قضا کا مشتاق
دل مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تو نے ربطِ ان سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

☆☆☆

کیسے چھپاؤں رازِ غم ، دیدہ تر کو کیا کروں ؟
دل کی تپش کو کیا کروں ، سوزِ جگر کو کیا کروں ؟

غیر میں گرچہ ہم نشیں ، بزم میں ہے تو وہ حسیں
پھر مجھے لے چلا ویں ، ذوقِ نظر کو کیا کروں ؟

غم کا نہ دل میں ہو گذر ، وصل کی شب ہو یوں بسر
سب یہ قبول ہے مگر ، خوفِ سحر کو کیا کروں ؟

حال مرا تھا جب بتر ، تب نہ ہوئی تمہیں خبر
بعد مرے ہوا اثر ، اب میں اثر کو کیا کروں ؟

دل کی ہوس مٹا تو دی ، اُن کی جھلک دکھا تو دی
پر یہ کہو کہ شوق کی ، ”بارِ دگر“ کو کیا کروں ؟

شورشِ عاشقی کہاں ، اور مری سادگی کہاں
حُسن کو تیرے کیا کہوں ، اپنی نظر کو کیا کروں ؟

حسرتِ نغز گو ترا ، کوئی نہ قدر داں ملا
اب یہ بتا کہ میں ترے عرضِ ہنر کو کیا کروں ؟

حُسنِ بے مہر کو پرواے تمنّا کیا ہو ؟
جب ہو ایسا تو علاجِ دل شیدا کیا ہو ؟

کثرتِ حُسن کی یہ شان نہ دیکھی نہ سنی
برقِ لرزاں ہے کوئی گرم تماشا کیا ہو ؟

بے مثالی کے ہیں یہ رنگ جو باوصفِ حجاب
بے نقابی پہ ترا جلوۂ کیلتا کیا ہو ؟

دیکھیں جو ہم بھی ترے حُسنِ دل آرا کی بہار
اس میں نقصان ترا اے گلِ رعنا کیا ہو ؟

ہم غرض مند کہاں ؟ مرتبہ عشق کہاں ؟
ہم کو سمجھیں وہ ہوس کار تو بے جا کیا ہو ؟

دل فریبی ہے تری باعثِ صد جوش و خروش
حال یہ ہو تو دلِ زارِ شکیبا کیا ہو ؟

رات دن رہنے لگی اس ستمِ ایجاد کی یاد
حسرت اب دیکھیے انجامِ ہمارا کیا ہو ؟

☆☆☆

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہو جائے
بندہ پرور جائے اچھا خفا ہو جائے
میرے عذرِ جرم پر مطلق نہ کیجے التفات
بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائے
خاطرِ محروم کو کر دیجیے محوِ الم!
درپے ایڑائے جان مبتلا ہو جائے
راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو از راہِ ستم
ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائے
گر نگاہِ شوق کو محوِ تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروف سزا ہو جائے
میری تحریرِ ندامت کا نہ دیجے کچھ جواب
دیکھ لیجے اور تغافل آشنا ہو جائے
مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجے گالیاں!
اور بزمِ غیر میں جانِ حیا ہو جائے

☆☆☆

جہاں تک ہم ان کو بہلاتے رہے ہیں
وہ کچھ اور بھی یاد آتے رہے ہیں
انہیں حالِ دل ہم سناتے رہے ہیں
وہ خاموش زلفیں بناتے رہے ہیں
محبت کی تاریکی یاس میں بھی
چراغِ ہوس جھلملاتے رہے ہیں
جفا کار کہتے رہے ہیں جنہیں ہم
انہیں کی طرف پھر بھی جاتے رہے ہیں
وہ سوتے رہے ہیں الگ ہم سے جب تک
مسلل ہم آنسو بہاتے رہے ہیں
بگڑ کر جب آئے ہیں ان سے تو آخر
انہیں کو ہم الٹے مناتے رہے ہیں
وہ سنتے رہے مجھ سے افسانہِ غم
مگر یہ بھی ہے مسکراتے رہے ہیں
نہ ہم ہیں نہ ہم تھے ہوس کارِ حسرت
وہ ناحق ہمیں آزماتے رہے ہیں

☆☆☆

☆☆☆

چکے چکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

با ہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق
تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے

بار بار اٹھنا اسی جانب نگاہ شوق کا
اور ترا غصے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے

تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بے باک ہو جانا مرا
اور ترا دانتوں میں وہ انگلی کو دبانا یاد ہے

کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونا دفعتاً
اور دوپٹے سے ترا وہ منہ چھپانا یاد ہے

جان کر سوتا تجھے وہ قصد پا بوسی مرا
اور ترا ٹھکرا کے سر، وہ مسکرانا یاد ہے

تجھ کو جب تنہا کبھی پایا تو از راہ لحاظ
حال دل باتوں ہی باتوں میں جتنا یاد ہے

ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا
آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پُر خفا ہو جائیے

جی میں آتا ہے کہ اس شوخ تغافل کیش سے
اب نہ ملیے پھر کبھی اور بے وفا ہو جائیے

کاوشِ دردِ جگر کی لذتوں کو بھول کر
مائلِ آرام و مشتاقِ شفا ہو جائیے

ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دل مایوس میں
یعنی آ کر بے نیازِ مدعا ہو جائیے

بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد
اس قدر بیگانہ عہد وفا ہو جائیے

ہائے رے بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر
اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے

چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے
تیرے اس طرزِ تغافل کے فدا ہو جائیے

کشمکشِ ہائے الم سے اب یہ حسرتِ دل میں ہے
چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمانِ قضا ہو جائیے

☆☆☆

جب سوا میرے تمہارا کوئی دیوانہ نہ تھا
سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کار خانہ یاد ہے

غیر کی نظروں سے بچ کر سب کی مرضی کے خلاف
وہ ترا چوری پھپھے راتوں کو آنا یاد ہے

آگیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکر فراق
وہ ترا رو رو کے مجھ کو بھی رلانا یاد ہے

دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لئے
وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے

آج تک نظروں میں وہ صحبت راز و نیاز
اپنا جانا یاد ہے تیرا بلانا یاد ہے

میٹھی میٹھی چھیڑ کے باتیں زالی پیار کی
ذکر دشمن کا وہ باتوں میں اڑانا یاد ہے

دیکھنا مجھ کو جو برگشتہ، تو سو سو ناز سے
جب منا لینا تو پھر خود روٹھ جانا یاد ہے

چوری چوری ہم سے تم آ کر ملے تھے جس جگہ
مدتیں گزریں پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے

شوق میں مہندی کے وہ بے دست و پا ہونا ترا
اور مرا وہ چھیڑنا وہ گد گدانا یاد ہے

باجود ادعائے اتقا حسرت مجھے
آج تک عہد ہوس کا وہ فسانہ یاد ہے

☆☆☆

☆☆☆

رنگ لایا ہے ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئیں سیرابیوں سے محفلِ رندانہ آج

بسکہ زیبِ محفل ہے وہ جلوۂ جانانہ آج
ہے سراپا آرزو ہر عاشقِ دیوانہ آج

یہ ہوا بے تابیوں پر نشہ مے کا اثر
کہہ دیا سب ان سے حالِ شوق گستاخانہ آج

رُشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کا مانِ وصال
جب ملا لب ہائے ساقی سے لبِ پیماں آج

ہے فروغِ بزمِ یکتائی جو وہ شمعِ جمال
آگئی ہے دل میں بھی تابی پروانہ آج

ہیں سرورِ وصل سے لبریزِ مشاقوں کے دل
کر رہی ہیں آرزوئیں سجدہٴ شکرانہ آج

حسرتیں دل کی ہوئی جاتی ہیں پامالِ نشاط
ہے جو وہ جانِ تمنا رونقِ کاشانہ آج

غرق ہے رنگینوں میں مستیوں سے چور چور
ہے سراپا بے خودی وہ زنگِ مستانہ آج

میہمانِ خانہ دل ہے جو وہ رشکِ بہار
ہو گیا ہے غیرتِ فردوسِ یہ ویرانہ آج

مل گیا اچھا سہارا عذرِ مستی کا ہمیں
لے لیا آغوش میں اس گل کو بے باکانہ آج

خُم لگا دے ہم بلا نوشوں کے منہ سے ساقیا
کام آئے گا نہ ساگر آج نے پیماں آج

دیکھیے اب رنگ کیا لائے وہ حسنِ دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی اے حسرت نہیں محوِ جمالِ روئے یار
پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اُس پہ مشاقانہ آج

☆☆☆

ہم عاشقِ فاسق تھے ہم صوفیِ صافی ہیں
پی لیں جو کہیں اب بھی درِ خوردِ معافی ہیں

بیکار بھی ململ بھی گرمی میں شبِ فرقت
کام آئیں گے جاڑے میں فردیں جو لحافی ہیں

عقلوں کو بنا دے گا، دیوانہ جمالِ ان کا
چھا جائیں گی ہوشوں پر آنکھیں وہ غلافی ہیں

ہم شکرِ ستم کرتے ، کیوں شکوہ کیا ان سے
آئینِ محبت کے شیوے یہ منافی ہیں

جھوٹی بھی گوارا تھی باقی بھی غنیمت ہے
دو گھونٹ بھی ساقی سے مل جائیں تو کافی ہیں

ہم ان کی جفا سے بھی راضی تھے مگر ناحق
اب ہو کے وہ خود نادم سرگرم تلافی ہیں

جدت میں ہے لاثانی حسرت کی غزل خوانی
کیا طرفہ مطالب ہیں، کیا تازہ قوانی ہیں

☆☆☆

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لئے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینوں میں ڈوب گیا پیر ہن تمام

دل خون ہو چکا ہے جگر ہو چکا ہے خاک
باقی ہوں میں مجھے بھی کر اے تیغ زن تمام

دیکھو تو چشم یار کی جادو نگاہیاں
بیہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

ہے نازِ حُسن سے جو فروزاں جبین یار
لبریز آب نور سے ہے چاہِ ذقن تمام

نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

اُس نازنین نے جب سے کیا ہے وہاں قیام
گلزار بن گئی ہے زمینِ دکن تمام

اچھا ہے اہلِ جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورشِ حُبِ وطن تمام

سمجھے ہیں اہلِ شرق کو شاید قریبِ مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شیرینی نسیم ہے سوز و گدازِ میر
حسرتِ ترے سخن پہ ہے لطفِ سخن تمام

☆☆☆

نظر پھر نہ کی اس پہ دل جس کا چھینا
محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینا
وہ کیا قدر جانیں دلِ عاشقاں کی
نہ عالم، نہ فاضل، نہ دانا، نہ بینا

وہیں سے یہ آنسو رواں ہیں، جو دل میں
تمنا کا پوشیدہ ہے اک خزینا

یہ کیا قہر ہے ہم پہ یارب کہ بے مے
گزر جائے ساون کا یوں ہی مہینا

بہار آئی سب شادماں ہیں مگر ہم
یہ دن کیسے کاٹیں گے بے جام و مینا

☆☆☆

چھپ کے اس نے جو خود نمائی کی
انتہا تھی یہ دل ربائی کی

مائل غمرہ ہے وہ چشمِ سیاہ
اب نہیں خیر پارسائی کی

دام سے اُس کے چھوٹنا تو کہاں
یاں ہوں بھی نہیں رہائی کی

ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں شان ہے لڑائی کی

اس تغافل شعار سے حسرت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

☆☆☆

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الہی ترکِ الفت پر وہ کیوں کر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑاے ہم نشیں کیفیتِ صہبا کے افسانے
شراب بے خودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قیدِ ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشتِ خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

نہیں آتی تو یاد اُن کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترکِ محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

☆☆☆

سب سے چھپتے ہیں چھپیں، مجھ سے تو پردا نہ کریں
سیرِ گلشن وہ کریں شوق سے، تنہا نہ کریں

اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محوِ جفا
کچھ بھی ہو جائے مگر تیری متنا نہ کریں

میں ہوں مجبور تو مجبور کی پریش ہے ضرور
وہ میجا ہیں تو بیمار کو اچھا نہ کریں

دردِ دل اور نہ بڑھ جائے تسلی سے کہیں
آپ اس کام کا زہارِ ارادہ نہ کریں

شکوہِ جور تقاضائے کرمِ عرضِ وفا
تم جو مل جاؤ کہیں ہم کو تو کیا کیا نہ کریں

نورِ جاں کے لئے کیوں ہو کسی کامل کی تلاش
ہم تری صورتِ زیبا کا تماشا نہ کریں

حال کھل جائے گا بیتابیِ دل کا حسرت
بار بار آپ انہیں شوق سے دیکھا نہ کریں

☆☆☆

یاد ہیں سارے وہ عیشِ با فراغت کے مزے
دل ابھی بھولا نہیں، آغازِ الفت کے مزے

وہ سراپا ناز تھا، بے گانہ رسمِ جفا
اور مجھے حاصل تھے لطفِ بے نہایت کے مزے

حسن سے اپنے وہ غافل تھا، میں اپنے عشق سے
اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے

میری جانب سے نگاہِ شوق کی گستاخیاں
یار کی جانب سے آغازِ شرارت کے مزے

یاد ہیں وہ حسن و الفت کی نرالی شوخیاں
التماسِ عذر و تمہیدِ شکایت کے مزے

صحتیں لاکھوں مری بیماریِ غم پر نثار
جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

☆☆☆

چاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کچھ قدر تو کرتے مرے اظہارِ وفا کی
شاید یہ محبت ہی نہیں آپ کے نزدیک

یوں غیر سے بے باک اشارے سرِ محفل
کیا یہ مری ذلت ہی نہیں آپ کے نزدیک

عشاق پہ کچھ حد بھی مقرر ہے ستم کی
یا اس کی نہایت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں، نہ گھاتیں ہیں نہ باتیں
کیا اب میں وہ حسرت ہی نہیں آپ کے نزدیک

☆☆☆

پھر بھی ہے تم کو میسائی کا دعویٰ دیکھو
مجھ کو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو

جرمِ نظارہ پہ کون اتنی خوشامد کرتا
اب وہ روٹھے ہیں لو اور تماشا دیکھو

دو ہی دن میں وہ مرؤت ہے نہ وہ چاہ نہ پیار
ہم نے پہلے ہی یہ تم سے نہ کہا تھا دیکھو؟

ہم نہ کہتے تھے بناوٹ سے ہے سارا غصہ
ہنس کے لو پھر انھوں نے ہمیں دیکھا دیکھو

مستیِ حسن سے اپنی بھی نہیں تم کو خبر
کیا سنو غرض مری، حال میرا کیا دیکھو

گھر سے ہر وقت نکل آتے ہو کھولے ہوئے بال
شام دیکھو نہ میری جان سویرا دیکھو

خانہِ جاں میں نمودار ہے اک پیکرِ نور
حسرتو آؤ رخِ یار کا جلوہ دیکھو

مر مٹے ہم تو کبھی یاد بھی تم نے نہ کیا
اب محبت کا نہ کرنا کبھی دعویٰ دیکھو

دوستو ترکِ محبت کی نصیحت ہے فضول
اور نہ مانو تو دلِ زار کو سمجھا دیکھو

پردہ اصلاح میں کوشش تخریب کا
خلق خدا پر عذاب، دیکھیے، کب تک رہے

نام سے قانون کے، ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر، بہ زیر انقلاب، دیکھیے، کب تک رہے

دولت ہندوستان قبضہ اغیار میں
بے عدد و بے حساب، دیکھیے، کب تک رہے

ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزم حریفان کا رنگ
اب یہ شراب و کباب، دیکھیے، کب تک رہے

حسرت آزاد پر جو غلامانِ وقت
از رہ بغض و عناد، دیکھیے، کب تک رہے

☆☆☆

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں، پاؤں کہیں
اس کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

اب وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں ستمگر جو ہیں ہم
دل کسی اور سے کچھ روز کو بہلا دیکھو

ہوس دید مٹی ہے نہ مٹے گی حسرت
دیکھنے کے لیے چاہو انہیں جتنا دیکھو

☆☆☆

رسم جفا کامیاب، دیکھیے، کب تک رہے
حُب وطن، مست خواب، دیکھیے، کب تک رہے

دل پہ رہا مدقوں غلبہ یاس و ہراس
قبضہ حرم و حجاب، دیکھیے، کب تک رہے

تابہ کجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی، لوگوں میں تاب، دیکھیے، کب تک رہے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی
مجھے وہ شاملِ اربابِ امتیاز کرے

غمِ جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ ان کے دردِ محبت سے ساز باز کرے

امیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

☆☆☆

خبرویوں سے یاریاں نہ گئیں
دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں

عقل صبر آزما سے کچھ نہ ہوا
شوق کی بے قراریاں نہ گئیں

دل کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں
شب کی اختر شماریاں نہ گئیں

ہوش یاں سدِ راہِ علم رہا
عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں

تھے جو ہم رنگِ ناز ان کے ستم
دل کی امید واریاں نہ گئیں

حسن جب تک رہا نظارہ فروش
صبر کی شماریاں نہ گئیں

طرزِ مومن میں مرجبا حسرت
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

☆☆☆

بس کہ نگلی نہ کوئی جی کی ہوس
اب ہوں میں اور بے دلی کی ہوس

کہ رہے دل نہ بے قراری دل
عاشقی ہو نہ عاشقی کی ہوس

وہ ستمگر بھی ہے عجیب کوئی
کیوں ہوئی دل کو پھر اسی کی ہوس

پھرتی رہتی ہے آدمی کو لئے
خوار دنیا میں آدمی کی ہوس

دونوں یکساں ہیں بے خودی میں ہمیں
فکرِ غم ہے نہ خُرمی کی ہوس

واقف لذتِ جنوں جو ہوا
نہ رہی اس کو آگہی کی ہوس

ان کو دیکھا ہے جب سے گرم عتاب
آرزو کو ہے خود کشی کی ہوس

کر سکیں بھی تو ہم فقیر ترے
نہ کریں تاجِ خسروی کی ہوس

بھر ساقی کے دور میں حسرت
اب نہ مے ہے نہ مے کشی کی ہوس

☆☆☆

آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے
تم یہ تو خوب کارِ پسندیدہ کر چلے

مایوس دل کو پھر سے وہ شوریدہ کر چلے
بیدار سارے فتنہِ خوابیدہ کر چلے

اظہارِ التفات کے پردے میں اور بھی
وہ عقدہ ہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے

ہم بے خودوں سے چھپ نہ سکا رازِ آرزو
سب اُن سے عرضِ حالِ دل و دیدہ کر چلے

تسکینِ اضطراب کو آئے تھے وہ مگر
بے تابیوں کی روح کو بالیدہ کر چلے

یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل کے وہ
کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

☆☆☆

کیا کام انہیں پرشِ اربابِ وفا سے
مرتہ ہے تو مر جائے کوئی ان کی بلا سے

مجھ سے بھی خفا ہو، میری آہوں سے بھی برہم
تم بھی ہو عجب چیز کہ لڑتے ہو ہوا سے

دامن کو بچاتا ہے وہ کافر کہ مبادا
چھو جائے کہیں پاکی خونِ شہدا سے

دیوانہ کیا ساقی محفل نے سبھی کو
کوئی نہ بچا اس نظر ہوش ربا سے

اک یہ بھی حقیقت میں ہے شانِ کرم ان کی
ظاہر میں وہ رہتے ہیں جو ہر وقت خفا سے

آگاہ غمِ عشق نہیں، وہ شہِ خواہاں
اور یہ بھی جو ہو جائے فقیروں کی دعا سے

قاتل ہوئے رندانِ خرابات کے حسرتِ
جب کچھ نہ ملا ہم کو گروہِ عرفا سے

☆☆☆

وہ قامتِ بلند نہیں درِ قبائے ناز
اک سروِ ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز

اُس نازیں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز
جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

کیا کیا نہ آرزو کے بڑھیں دل میں حوصلے
رکھ دیں کبھی جو فرقِ ہوس پردہ پائے ناز

اربابِ اشتیاق ہیں اور انتہائے شوق
حالانکہ حُسنِ یار ہے اور ابتدائے ناز

کچھ یوں ہی اپنے حُسن پر مغرور تھا وہ شوخ
کچھ لے اڑی ہے اور بھی اسکو ہوائے ناز

☆☆☆

بامِ پر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا
اب تو اظہارِ محبت بر ملا ہونے لگا

کیا کہا میں نے جو ناحق تم خفا ہونے لگے
کچھ سنا بھی یا کہ یونہی فیصلہ ہونے لگا

اب غریبوں پر بھی ساقی کی نظر پڑنے لگی
بادۂ پسِ خوردہ ہم کو بھی عطا ہونے لگی

کچھ نہ پوچھو حال کیا تھا خاطر بیتاب کا
اُن سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

یاد پھر اُس بے وفا کی ہر گھڑی رہنے لگی
پھر اُسی کا تذکرہ صبح و مسا ہونے لگا

کیا ہوا حسرت وہ تیرا اذعائے ضبطِ غم
دو ہی دن میں رنجِ فرقت کا گلا ہونے لگا

☆☆☆

مستی کے پھر آگے زمانے
آباد ہوئے شراب خانے

ہر پھول چمن میں زر بہ کف ہے
بانٹے ہیں بہار نے خزانے

سب نہں پڑے کھلکھلا کے غنچے
چھیرا جو لطیفہ صبا نے

سر سبز ہوا نہالِ غم بھی
پیدا وہ اثر کیا ہوا نے

رندوں نے پچھاڑ کر پلا دی
واعظ کے نہ چل سکے بہانے

کر دوں گا میں ہر ولی کو میٹوار
توفیق جو دی مجھے خدا نے

ہم نے تو ثار کر دیا دل
اب جانے وہ شوخ یا نہ جانے

بیگانہ مے کیا ہے مجھ کو
ساقی کی نگاہِ آشا نے

مسکن ہے قفس میں بلبلوں کا
ویراں پڑے ہیں آشیانے

اب کاہے کو آئیں گے وہ حسرتِ
آغازِ جنوں کے پھر زمانے

☆☆☆

دل آرزو شوق کا اظہار نہ کر دے
ڈرتا مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرش پیہم کی نوازش
عُشاقِ ستم کوش کو ہوس کار نہ کردے

راضی بہ رضا ہم ہیں بہ ہر حال مگر ہاں!
ڈر ہے کہ یہ خُو تم کو ستم گار نہ کردے

فرقت میں ہو کیا حال اگر گریہ مضطر
جان و دل حیراں کو سبک بار نہ کردے

ہم بَور پرستوں پہ گماں ترکِ وفا کا
یہ وہم کہیں تجھ کو گنہ گار نہ کردے

سامانِ فراغت جو ترے پاس ہے اے دل
اک بار اُسے نذرِ غم یار نہ کردے

آگاہ نہیں ہیں جو ابھی ذوقِ ستم سے
بے تابی دل اُن کو خبردار نہ کردے

ہوتا ہے بُرا لذتِ آزار کا پکا
مرنا بھی کہیں مجھ کو یہ دُشوار نہ کردے

کچھ حد بھی ہے اس شورشِ خاموش کی حسرت
یہ کش مکشِ غم تجھے بے کار نہ کردے

☆☆☆

ہے مشقِ سخن جاری چچی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

دُشوار ہے رندوں پر انکارِ کرم یکسر
اے ساتی جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی

دل بسکہ ہے دیوانہ اُس حُسنِ گلابی کا
رنگیں ہے اُسی رُوسے شاید غمِ فرقت بھی

خود عشق کی گستاخی سب تجھ کو سکھا لے گی
اے حُسنِ حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی

عُشاق کے دل نازک اس شوخ کی خو نازک
نازک اسی نسبت سے ہے کارِ محبت بھی

اے شوق کی بے باکی وہ کیا تری خواہش تھی
جس پر انہیں غصہ ہے انکار بھی حیرت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قیدِ محبت بھی

ہیں شاد و صغی شاعر یا شوق و وفا حسرتِ
پھر ضامن و محتر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

☆☆☆

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بے زبانی ترجمانی شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزِ گلِ عیش کی
اب نظر کا ہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں

التفات یار تھا اک خوابِ آغازِ وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

تیری بے صبری ہے حسرتِ خامکاری کی دلیل
گریہ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

☆☆☆

گھر کے آخر آج برسی ہے گھٹا برسات کی
میکدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی

موجب سوز و سرور و باعثِ عیش و نشاط
تازگی بخشِ دل و جاں ہے ہوا برسات کی

شامِ سرما دل ربا تھا، صبح گرما خوش نما
دل ربا تر خوشنما تر، ہے فضا برسات کی

گرمی و سردی کے مٹ جاتے ہیں سب جس سے مرض
لال لال ایک ایسی نکلی ہے دوا برسات کی

سرخ پوشش پر ہے زرد و سبز بوٹوں کی بہار
کیوں نہ ہوں رنگینیاں تجھ پر فدا برسات کی

دیکھنے والے ہوئے جاتے ہیں پامالِ ہوس
دیکھ کر چھب تیری اے رنگیں ادا برسات کی

☆☆☆

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اٹھارہ تمنا کر دیا

بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بیتابیاں
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو ٹھیکہ کر دیا

پڑھ کے تیرا خط مرے دل کی عجب حالت ہوئی
اضطرابِ شوق نے اک حشر برپا کر دیا

ہم رہے یاں تک تری خدمت میں سرگرم نیاز
تجھ کو آخر آشنائے ناز بیجا کر دیا

اب نہیں دل کو کسی صورت کسی پہلو قرار
اس نگاہِ ناز نے کیا سحر ایسا کر دیا

عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں کے مرتبے
مہرِ ذروں کو کیا قطروں کو دریا کر دیا

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

سب غلط کہتے تھے لطفِ یار کو وجہ سکوں
دردِ دل اُس نے تو حسرت اور دونا کر دیا

☆☆☆

میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے
اُس نے تو یہ بھی نہ پوچھا تری حالت کیا ہے

ہم کو واعظ یہ خبر سب ہے کہ جنت کیا ہے
کوچہ یار سے لیکن اُسے نسبت کیا ہے

جس کی ذلت میں بھی عورت ہے سزا میں بھی مزا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ محبت کیا ہے

مجھ سے برگشتہ نہ ہوتے تو تعجب ہوتا
آپ کو عذرِ تغافل کی ضرورت کیا ہے

کیوں ہے درپردہ لگاؤ جو بظاہر سے گریز
نہ کھلا کچھ نگہ یار کی نیت کیا ہے

شادماں ہو کے ترے درد سے کہتا ہے یہ دل
ہے اذیت جو یہی چیز تو راحت کیا ہے

خوف ہو اُن کو تو ہو حُسن کی بدنامی کا
ہم ہیں عاشق ہمیں پرواے ملامت کیا ہے

تم یہ پھر بھی تو نہ سمجھے کہ کرم ہے کیا شے
ہم نے پھر بھی تو نہ جانا کہ شکایت کیا ہے

ردِ مے نوش کبھی ، صوفی صافی ہے کبھی
حسرتِ آخر یہ ترا رنگِ طبیعت کیا ہے

☆☆☆

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے
مُشتاقِ دید اور بھی للچا کے رہ گئے

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حُسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے

جب عاشقوں سے صدمہ بھراں نہ اُٹھ سکا
آخر کو ایک روز وہ سَم کھا کے رہ گئے

ملنے کی اُن سے ایک بھی صورت نہ بن پڑی
سارے مٹودے دلِ دانا کے رہ گئے

ٹوکا جو بزمِ غیر میں آتے ہوئے انہیں
کہتے بنا نہ کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے

آئے بھی وہ چلے بھی گئے وہ مثالِ برق
دل ہی میں حوصلے دلِ شیدا کے رہ گئے

پہلے تو خونِ میرا بہایا خوشی خوشی
پھر کیا وہ خود ہی سوچے کہ پچھتا کے رہ گئے

دعاے عاشقی ہے تو حسرت کرو نباہ
یہ کیا کہ ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

☆☆☆

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے

ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

رہتا ہوں غرق اُن کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑگیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

رکھیے نہ مجھ پہ ترکِ محبت کی تہمتیں
جس کا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

کافی ہے اُن کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوزِ جگر کی دوا مجھے

کیا کہتے ہو کہ اور لگا لو کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

بیگانہ ادب کیے دیتی ہے کیا کروں
اس محوِ ناز کی نگہ آشنا مجھے

اُس بے نشان کے ملنے کی حسرت ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے

☆☆☆

ہر چند ہو کے جان سے بیزار جائے گا
پر واں ضرور طالبِ دیدار جائے گا

گھسنے نہ پائے گا تری محفل میں وہ کبھی
ساقی یہاں سے آج جو ہشیار جائے گا

زنہار بزمِ یار سے عاشق رہے جو دور
جب شوقِ دید اُٹھائے گا ناپار جائے گا

صبر و قرار، ہوش و خرد، مال و جان و دیں
ہوگا جو کچھ حضور میں درکار جائے گا

پردا نہ ہوگی اس کے دلِ بے ملال کو
صدمہ فراقِ یار کا بے کار جائے گا

تیری گلی میں بیٹھ کے اُٹھتے ہیں ہم کہاں
اور ہم اُٹھیں بھی دل تو نہ زنہار جائے گا

درباں کی دُورِ باش کا حسرت کو غم کہاں
اک بار وہ بُلائیں تو سو بار جائے گا

(”معیارِ سخن“ مایگاؤں ۵ نومبر ۱۹۲۳ء)

☆☆☆

ظلمتیں دل کی ہوں نہ کیوں مرفوع
کہ ہوا بدرِ عشقِ یار طلوع

مذہبِ عشقِ ماہِ رویاں کے
دل کو سب یاد ہیں اصول و فروع

تو جو ساقی بنے تو شغلِ شراب
محتب بھی کہے کہ ہے مشروع

عیشِ جاں بھی ہے جس پہ دل سے ثار
کس قدر دردِ عشق ہے مطبوع

خاک ساراں عاشقیِ حسرت
کچھ نہیں جانتے سجود و رکوع
(”معیارِ سخن“ مایگاؤں فروری ۱۹۲۴ء)

☆☆☆

جس فتنہِ دوراں کو ابھی آئے تھے کل دیکھ
چلتے ہیں لیے پھر تجھے اے دل وہیں چل دیکھ

یہ بھی ہے کوئی بات کہ وعدے ہی کیے جائیں
اور حال مرا آن کے دیکھ آج نہ کل دیکھ

برگشتہ مرے بخت پہ کر طعن ہزاروں
اور زلف کا اپنی نہ تو خم دیکھ نہ بل دیکھ

کیا کیا شبِ غم دل ہمیں دیتا ہے تسلی
اب جلد ہی آنے کو ہے پیغامِ اجل دیکھ

چھپتے ہیں کب اے شوخ ترے ناز کے انداز
تیور نہ یہ بدلے میں نہ بدلیں گے، بدل دیکھ

دل کو مرے قابو میں نہ پا کر وہ بہ صد ناز
بولے کہ نہ دیوانہ بن اتنا بھی، سنبھل دیکھ

کاکل میں بھی اب سیر کریں شامِ ابد کی
عارض میں ترے خوب رہے صبحِ ازل دیکھ

اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسینِ سخن کا
میرا جو کہامان تو حسرت کی غول دیکھ
(”معیارِ سخن“ مایگاؤں ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء)

☆☆☆